

# نکاح سے متعلق راجح وقت قوانین میں تراویم کے حوالے سے اسلامی نظریاتی کو نسل کی سفر شات کا تجزیاتی مطالعہ

Reviewing the Reforms of the Council of Islamic Ideology concerning existing laws of Marriage

ذیشان سرور\*

### **Abstract**

*Council of Islamic Ideology is a constitutional body and the purpose of its establishment is to advise the legislature about the laws that are incompatible with the Holy Qur'an and the Sunnah. In this research paper, attempts are made to discuss the role of Council of Islamic Ideology in making amendments in different laws in respect to Nikāh and other relevant issues. In this regard, a brief introduction of Council of Islamic Ideology itself and a profound discussion will be made on the amendments regarding various laws, i.e., Muslim family laws 1961, The marriage Registration Act, 1886, Child Marriage Restraint Act, 1929, Dowry and Bridal Gifts, Act 1976, The Marriage Dissolution Act 1939. Apart from this, different bills that were presented in the parliament would be part of this discussion. In short, this research paper will cover all the amendments that were made from 1962 to 2014 about Nikāh and other related issues to it.*

**Keywords:** Council of Islamic Ideology, Reforms, Nikāh, Islamic law.

### تعارف

اسلامی نظریاتی کو نسل ایک آئینی ادارہ ہے جو آئین کی دفعہ 228 کے تحت وجود میں آیا جس کے فرائض منصی میں ملکی قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالنے اور مسلمانان پاکستان کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر دینی رہنمائی دینا شامل ہے۔ اسلامی نظریاتی کو نسل نے اب تک کئی ملکی قوانین پر نظر ثانی کر کے اپنی سفارشات مرتب کی ہیں کو نسل نے نکاح سے متعلق مختلف مسائل کے حوالے سے راجح وقت قوانین اور پارلیمان میں زیر بحث قانونی بلوں کو زیر بحث لایکر تراویم تجویز کیں۔ ان مسائل میں کم عمری کی شادی، نکاح نامے میں طبی معاینے کے

حوالے سے تراجمیم، تعدد ازدواج، خلع کی صورت میں حق مہر، نکاح کی رجسٹریشن اور جمیز و تحائف عروسی کے حوالے سے مسائل قابل ذکر ہیں۔ کو نسل نے مذکورہ مسائل کے حوالے سے مسلم عالیٰ قوانین 1961ء، قانون پابندی نکاح صغار 1929ء، فیصلی کورٹس 1964ء اور جمیز و تحائف دہن (پابندی) ایکٹ 1976ء پر نظر ثانی کرتے ہوئے مختلف ادوار میں سفارشات مرتب کی ہیں۔

زیر نظر مقالے میں نکاح سے متعلق مسائل کے حوالے سے 1962ء سے لیکر 2017ء تک کی سفارشات کام موضوعاتی ترتیب کے ساتھ تجزیاتی مطالعہ کیا جائے گا۔ اور اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ نکاح سے متعلق راجح الوقت قوانین اور زیر بحث قانونی بلوں پر غور کرتے ہوئے کو نسل نے کیا تراجمیم پیش کیں۔ کن دلائل کو مد نظر رکھا، اختلافی آراء کی صورت میں تقطیق کی کیا صورتیں مد نظر رکھیں۔ اور کن فیصلوں کے حوالے سے کو نسل نے سابقہ کو نسلوں کے فیصلوں سے اتفاق یا اختلاف کیا اور ان کے دلائل کیا تھے۔ اور مختلف کو نسلوں کی سفارشات میں اختلاف کی صورت میں کن سفارشات کو عصر حاضر کے تناظر میں ترجیح دی جائے۔

#### ۱- نابالغ کے نکاح کے حوالے سے سفارشات

نابالغ بچہ / بچی کا نکاح پاکستان کے راجح الوقت قوانین مسلم عالیٰ قوانین 1961ء اور قانون پابندی صغار 1929ء کے مطابق منمنع ہے اور مسلم عالیٰ قوانین میں نکاح کے لیے کم از کم لاکے کے لیے 18 اور لاڑکی کے لیے 16 سال مقرر کی ہے۔ کو نسل نے اپنے مختلف ادوار میں ملک کے راجح الوقت قوانین پر نظر ثانی اور مختلف استفسارات کے جواب میں نابالغ کے نکاح کے حوالے سے سفارشات مرتب کی ہیں۔ سب سے پہلے جس شیخ تنزیل الرحمن کے دور مندرجہ نشینی میں کو نسل کو سی ایم ایل اے سیکرٹریٹ کامر اسلام نومبر 1979ء اسلامی نظریاتی کو نسل موصول ہوا۔ جس میں بالغ مرد اور عورتوں کے نکاح کی عمر کے تعین کے مسئلہ کے حوالے سے استفسار کیا گیا تھا۔<sup>(۱)</sup> استفسار پر کو نسل نے اپنے اجلاس منعقد 1980ء کو درج ذیل فیصلہ دیا:

”عالیٰ قوانین کے آرڈیننس کے تحت شادی کے لیے کم از کم عمر لاکے کے لیے 18 سال اور لاڑکیوں کے لیے 16 سال مقرر کر دی گئی ہے لہذا اس میں مزید ترمیم کی ضرورت نہیں ہے، کو نسل شادی کے لیے زیادہ سے زیادہ عمر کی قید ضروری نہیں سمجھتی۔“<sup>(۲)</sup>

مذکورہ بالاسفارش میں کو نسل نے نکاح کی عمر کے حوالے سے راجح الوقت قانون کی تائید کی جس کے مطابق نکاح کے لیے بلوغت لازمی ہے۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمن کے دور میں قانون پابندی نکاح صغار 1929ء کے

(1) اسلامی نظریاتی کو نسل، اسلام آباد سالانہ رپورٹ ۸۱-۱۹۸۰ء، ص: ۱۳۸، سن اشاعت مئی 1981ء۔

(2) ایضاً، ص: ۱۳۹۔

قانون کو نسل کے اجلاس موئرخہ ۱۹۸۳ء کو زیر غور لایا گیا۔ اجلاس میں عالیٰ قوانین مجرب ۱۹۶۱ء کے بارے میں کو نسل کی سابقہ ترا میم بھی زیر غور آئیں اور نکاح کے حوالے سے قانونی اور شرعی سن بلوغ کو بھی زیر غور لایا گیا۔<sup>(۳)</sup> کو نسل نے بالاتفاق حسب ذیل سفارش منظور کی:

”مسئلہ زیر غور کے بارے میں کو نسل اس سے پہلے ایک سفارش کرچکی ہے۔ اگر حکومت کے لیے سابقہ سفارش قبل قبول نہ ہو تو یہ امر انتہائی ضروری ہے کہ اگر لڑکا اور لڑکی شرعاً بالغ ہو جائیں تو قانون کے تحت مقرر کردہ عمر کو پہنچنے سے پہلے ان کو بلدیاتی کو نسل کے چیزیں میں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کی اجازت ہونی چاہیے۔“<sup>(۴)</sup>

مذکورہ سفارش میں کو نسل نے نکاح کے لیے شرعی بلوغت کو معیار بنایا البتہ راجح الوقت قانون کی عمر نہ ہونے کی صورت میں بلدیاتی کو نسل کے چیزیں میں کی اجازت کو مشروط قرار دیا۔ ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور مسند نشینی میں کو نسل کے ۱۶۸ اویں اجلاس میں شادی بیان کی رسومات سے متعلق اخباری تراشون پر غور کرتے ہوئے کو نسل نے نابالغ کے نکاح کے حوالے سے درج ذیل سفارش کی:

کم عمر بچوں کی شادیوں کے حوالے سے یہ فیصلہ ہوا کہ اس پر پابندی نہیں لگائی جائیے، بعض حالات میں خود بچوں کی عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے اس کی ضرورت ہوتی ہے، تاہم رخصتی قانون میں متعین کردہ عمر کے مطابق یہ ہونی چاہیے اور اس موقع پر مردوں عورتوں کو حق دینا چاہیے کہ وہ اس نکاح کے رو تکوں کافیصلہ کر سکیں۔<sup>(۵)</sup>

مذکورہ بالاسفارش میں کو نسل نے نابالغ بچوں کے نکاح کو جائز قرار دیا تاہم ان کی رخصتی کو راجح قانون کی متعین کردہ عمر سے مشروط کر دیا۔ مولانا محمد خان شیر اپنی کے دور مسند نشینی میں وزارت مذہبی امور اسلام آباد نے اپنے مراسلہ موئرخہ ۲۷ فروری ۲۰۱۲ء میں بچوں (کم عمر افراد) کی شادی کے اتناع کا ترمیمی بل ۲۰۰۹ء کو نسل کو رائے کے لیے ارسال کیا۔<sup>(۶)</sup>

کو نسل کے ۱۸۹ اویں اجلاس میں اصل ایکٹ ۱۹۲۹ء اور ترمیمی بل ۲۰۰۹ء کی دفعات ۳، ۲، ۱، جن میں قرار دیا گیا ہے کہ کم عمر افراد کی شادی قابل تعزیر و قابل دست اندازی پولیس جرم ہے اور اس جرم میں مختلف سزاویں بھی مقرر کیے گئے ہیں، زیر غور آئیں۔<sup>(۷)</sup> نیز شعبہ ریسرچ کی رائے بھی زیر غور آئی جس کے مطابق قرآن و سنت، اجماع امت، تعامل اور فقہا کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ نابالغ / نابالغ کا نکاح

(3) اسلامی نظریاتی کو نسل، اسلام آباد سویں رپورٹ، مسلم عالیٰ قوانین ص: ۱۴۱، سناشریت اپریل ۱۹۸۳ء۔  
دوسویں رپورٹ مسلم عالیٰ قوانین، ص: ۱۴۱۔

(4) سالانہ رپورٹ ۲۰۰۷-۲۰۰۸ء، ص: ۷۸، سناشریت اگست ۲۰۰۸ء۔

(5) سالانہ رپورٹ ۲۰۱۲-۱۳ء، ص: ۳۹، سناشریت اکتوبر ۲۰۱۴ء۔

(6) ایضاً، ص: ۳۹-۲۰، سناشریت اکتوبر ۲۰۱۴ء۔

(7) ایضاً، ص: ۳۹-۲۰، سناشریت اکتوبر ۲۰۱۴ء۔

شرعی لحاظ سے درست ہے، اس کے خلاف قانون سازی بالکل ناقابل اعتبار ہے۔<sup>(8)</sup> اراکین کو نسل نے متفق طور پر قرار دیا کہ کم عمر افراد کی شادی صحیح ہونے اور نکاح منعقد ہونے میں ازروئے شریعت کوئی قباحت اور ممانعت نہیں، اس لیے اس کو جرم قرار دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ نیز کو نسل نے انتہاء ازدواج اطفال ترمیمی بل ۲۰۰۹ء کو مجموعی لحاظ سے غیر شرعی اور غیر اسلامی قرار دیا۔<sup>(9)</sup>

درج بالا آرکی روشنی میں کو نسل نے نابالغ کے نکاح کے حوالے سے درج ذیل سفارش کی:

”انتہاء ازدواج اطفال ترمیمی بل ۲۰۰۹ء مجموعی لحاظ سے غیر شرعی اور غیر اسلامی ہے۔ قرآن و سنت، اجماع امت اور نقہائے کرام کی تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ نابالغ / نابالغ کا نکاح شرعی لحاظ سے درست ہے اس کے خلاف قانون سازی بالکل ناقابل اعتبار ہے اور ایسی قانون سازی کہ جس میں کم عمر افراد کی شادی کو منوع اور قابل تغیری جرم بھی قرار دیا گیا ہے، ایسی جسارت ہے کہ اس میں توپین رسالت کے ارتکاب کا شدید انذیر ہے کیونکہ خود سرور دو عالم نبی کریمؐ نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے جب عقد فرمایا تو ان کی عمر صرف چھ سال تھی؛ لہذا اس قانون کی رو سے یہ عمل مبارک بھی ”الْعِيَاضُ بِاللَّهِ“ جرم کے زمرے میں آجائے گا جو کہ مسلمہ عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ توپین رسالت کو بھی مستلزم ہو گا۔“<sup>(10)</sup>

نابالغ کے نکاح کے مسئلہ کو مولانا محمد خان شیر اپنی کے دور مسند نشینی میں پھر غور و خورض میں لایا گیا۔ کو نسل نے اپنے ۱۹۷۳ء میں اجلاس میں بچوں کی شادی کی ممانعت کا ایکٹ ۱۹۲۹ء کی دفعات ۲، ۵، ۶ کو زیر بحث لا یا جن میں کسی بچے کے ساتھ شادی کرنے والے باغ مرد کے لیے سزا، بچے کی شادی انجام دینے کی سزا اور باپ اور والی کے لیے سزا جس کا تعلق کسی بچے کی شادی سے ہو، شامل ہیں۔<sup>(11)</sup> مولانا محمد ادریس سومرو، مفتی محمد ابراہیم قادری اور علامہ محمد یوسف اعوان نے رائے دی کہ بچوں کے نکاح کے جواز میں تو شک نہیں البتہ بتائج کے لحاظ سے اس کے مضر اڑات ہو سکتے ہیں، کیونکہ پہلے ادوار میں اپنے بڑوں کے کیسے ہوئے فصلوں کا احترام ہوتا تھا اور ان کے کیسے ہوئے نکاحوں کو تسلیم کیا جاتا تھا، اسی لیے آج کے دور میں یہ مسئلہ اہم اور قابل غور ہے۔ نیز آج کل بعض اوقات اولیا کا کیا ہوا نکاح بچوں کے حق میں بہتر نہیں ہوتا یا اس میں مفاسد ہوتے ہیں اس لیے شرعی دائرے میں رہتے ہوئے اولیا اور بچوں دونوں کے حقوق کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔<sup>(12)</sup> بحث و تجویض کے بعد کو نسل نے درج ذیل فیصلہ دیا:

(8) سالانہ رپورٹ ۲۰۱۲-۱۳ء ص: ۱۹۱۔

(9) ایضاً ص: ۳۰۵۔

(10) ایضاً ص: ۹۴۔

(11) سالانہ رپورٹ ۱۳-۲۰۱۳ء، ص: ۱۳۶، سن اشتاعت ۲۰۱۵ء۔

(12) سالانہ رپورٹ ۱۳-۲۰۱۳ء، ص: ۱۳۲-۱۳۳۔

”شرعی طور پر نابالغ بچوں کے نکاح میں کوئی قباحت نہیں البتہ قبل از بلوغ رخصتی مفاسد سے خالی نہیں ہوتی؛ اس لیے رخصتی پر قانونی پابندی عائد کرنا ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی پر سزا عائد کرنا بھی ضروری ہے۔“<sup>(13)</sup>

مذکورہ سفارش میں کو نسل نے قبل از بلوغ رخصتی پر پابندی عائد کرتے ہوئے سزا تجویز کی۔

نابالغ کے نکاح کے حوالے سے کو نسل نے راجح الوقت قوانین پر نظر ثانی کرتے ہوئے کئی دفعہ اپنی سفارشات پر نظر ثانی کی ہے۔ جیسے ڈاکٹر تنزیل الرحمن کے دور میں کو نسل نے نکاح کی عمر کے حوالے سے راجح الوقت قانون کی تائید کی جس کے مطابق نکاح کی عمر لڑکے کے لیے ۱۸ اور لڑکی کے لیے ۱۶ برس ہے تاہم بعد ازاں مذکورہ دور میں کو نسل نے نکاح کے لیے شرعی بلوغت کو معیار بنایا۔ البتہ راجح الوقت قانون کی عمر نہ ہونے کی صورت میں بلدیاتی کو نسل کے چیزیں میں کی اجازت کو مشروط قرار دیا۔ پھر ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور میں کو نسل نے نابالغ بچوں کا نکاح جائز قرار دیا تاہم اس کی رخصتی کو راجح قانون کی متعین کردہ عمر سے مشروط کر دیا۔ پھر مولانا محمد خان شیر افانی کے دور میں کو نسل نے نابالغ کے نکاح کو مطلقاً جائز قرار دیا اور اس کے خلاف قانون سازی کو غیر شرعی اور غیر اسلامی قرار دیا۔ تاہم قبل از بلوغ رخصتی پر پابندی عائد کرتے ہوئے سزا تجویز کی۔

فقہا کی اکثریت کے نزدیک نابالغ بچوں کا نکاح جائز ہے۔ ابن رشد بدایۃ المجتهد میں لکھتے ہیں:

”وأجمعوا على أن الأب يجبر ابنه الصغير على النكاح، وكذلك ابنته الصغيرة البكر“<sup>(14)</sup>

فقہا کا اتفاق ہے کہ باپ اپنے نابالغ لڑکے اور نابالغ کوواری لڑکی پر نکاح کا جر کر سکتا ہے۔

فقہا کے ایک قلمیں گروہ کے نزدیک نابالغ بچہ / بچی کا نکاح جائز نہیں ہے۔ المسیبوط میں امام سرخسی لکھتے ہیں:

”يقول ابن شبرمة و أبو بكر الأصم: إنه لا يتزوج الصغير والصغرية حتى يبلغا لقوله تعالى ﴿حتى

إذا بلغو النكاح﴾. فلو جاز التزويج قبل البلوغ لم يكن لهذا فائدة“<sup>(15)</sup>

ابن شبرمه اور ابو بکر الاصم کی رائے ہے کہ نابالغ بچہ / بچی کا نکاح بلوغت سے پہلے نہ کیا جائے کیونکہ اگر بلوغت سے پہلے نابالغ بچہ / بچی کا نکاح جائز ہو تو قرآن کریم میں ﴿حتى إذا بلغو النكاح﴾ کے لفظ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

(13) ایضاً، ص: ۱۸۰۔

(14) ابوالولید محمد بن احمد بن رشد الحنفی القرطبی، بدایۃ المجتهد ونبایۃ المقتضد، (قاهرہ: دارالعرفیت، ۱۴۲۵ھ)، ج ۳، ص ۳۴۔

(15) محمد بن احمد بن ابی سهل السرخسی، المسیبوط، (بیروت: دارالمعرفۃ، ۱۴۱۴ھ)، ج ۴، ص ۲۱۲۔

مشہور تابعی امام جابر بن زید کے نزدیک بھی نابالغ بچ / بچی کا نکاح جائز نہیں۔

”عن الإمام جابر أنه كان لا يجيز تزويج الصبيان، ويري أن تزويج النبي صلي الله عليه وسلم

عائشة رضي الله عنها هو من خصوصياته“<sup>(16)</sup>

امام جابر بن زید نابالغ بچوں کے نکاح کو جائز نہیں قرار دیتے تھے۔ اور ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا سیدہ عائشہؓ سے نکاح رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔

راقم کی رائے میں ڈاکٹر تنزیل الرحمن کے دور کی رائے جس میں نکاح کے لیے شرعی بلوغت کو معیار اور راجح الوقت قانون کی عمرنہ ہونے کی صورت میں بلدیاتی کو نسل کے چیزیں میں کی اجازت کو مشروط قرار دیا گیا ہے، مناسب ہے۔ کیونکہ اس صورت میں قبل از بلوغ شادیوں کے نتیجے میں مفاسد کا تدارک ہو گا۔ جبکہ فقہا کے نزدیک قبل از بلوغ نکاح جائز اور مباح ہے لیکن ضروری اور فرض نہیں ہے اس موجودہ میں قبل از بلوغ شادیوں کی ضرورت نہیں۔

## 2- مسلم عالمی قوانین آرڈیننس 1961ء کی دفعہ 10: حق مهر

مذکورہ سفارش کو نسل نے اپنے ۱۹۶۲ء میں اجلاس موئخہ ۱۰-۱۱ مارچ ۲۰۱۳ء کو مسلم عالمی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء پر بحث کرتے ہوئے مذکورہ قانون کی دفعہ ۱۰ حق مهر کے حوالے سے مرتب کی، دفعہ ۱۰ حق مهر کا متن حسب ذیل ہے:

”اگر نکاح نامہ یا معاہدہ شادی میں حق مهر کی ادائیگی کے طریق کارکے متعلق کوئی تفصیل موجود نہ ہو تو حق مهر کی کل رقم کے بارے میں یہ تصور ہو گا کہ وہ عند المطالبہ قبل ادا ہے۔“<sup>(17)</sup>

درج بالا دفعہ پر شعبہ ریسرچ نے درج ذیل رائے دی:

بوقت نکاح اگر مهر کا محل یا متواء محل ہو نامذکورہ ہو تو اس بارے میں حضرات فقہا کرام نے دور دایتیں ذکر کی ہیں:

۱۔ ایک روایت کے مطابق درج بالا صورت میں مهر محل ہو گا، اس کی دلیل بداع الصنائع میں ہے:

”هذا اذا كان المهر معجلًا فإن تزوجها على صداق عاجل أو كان مسكونًا عن العجل والتأجل، لأن حكم المسكون حكم المعجل، لأن هذا عقد معاوضة، فيقتضى المساواة من

(16) بھی محمد بکوش، فقه الإمام جابر بن زید، (بیروت: دار الغرب الاسلامی)، بیروت لبنان، ۱۴۰۷ھ، ص ۳۷۱۔

(17) سالانہ رپورٹ ۲۰۱۳-۱۴۰۷ھ، ص ۱۳۰۔

الجانيين والمرأة عينت حق الزوج فيجب أن يعيّن الزوج حقها،<sup>(18)</sup>

ترجمہ: یہ حکم اس وقت ہے جبکہ مہرِ محل ہو کہ خاوند نے مہر عامل پر شادی کی ہو یا تجویز و تاجیل سے خاموشی اختیار کی ہو، اس لیے کہ سکوت کا حکمِ محل والا ہے، کیونکہ یہ ایک عقد معاوضہ ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ دونوں طرف سے مساوات ہو اور عورت نے خاوند کا حق متعین کر دیا ہے تو خاوند کے ذمہ واجب ہے کہ وہ عورت کا حق متعین کرے۔

۲۔ دوسری روایت کے مطابق مذکورہ صورت میں مہر عرف کے مطابق ہو گائیں اگر عرف میں محل سمجھا جاتا ہے تو محل ہو گا اور اگر محل سمجھا جاتا ہے تو محل ہو گا اور یہ روایت مفتی ہے۔ اس لیے ہر علاقے کے عرف کے مطابق عمل کیا جائے۔<sup>(19)</sup>

جیسا کہ البحیر الرائق میں ہے:

”وَ امَا عَلَى الْمُفْتَى بِهِ فَالْمُعْتَبِرُ فِي الْمُسْكُوتِ عَنْهُ الْعُرْفُ۔“<sup>(20)</sup>

ترجمہ: اور مفتی پر روایت کے مطابق مسکوت عنہ میں عرف کا اعتبار ہے۔

رکن علامہ سید افتخار حسین نقوی نے تحریری رائے دی کہ دفعہ ۱۰ جو کہ مہر سے متعلق ہے میں محسوس کرتا ہوں کہ مہر بیوی کا کلی طور پر عند الطلب بجانب خاوند واجب الا دا قرض ہے۔<sup>(21)</sup> چیزیں میں کو نسل مولانا محمد خان شیرانی نے رائے دی کہ شعبہ ریسرچ کی رائے کے مطابق اگر مہر کا محل یا محل یا محل ہونا نہ کرنہ ہو تو عرف کا اعتبار ہو گا، لیکن پورے ملک کا عرف ایک نہیں ہوتا اس لیے مناسب ہو گا کہ اس کو بیوی کے مطالبہ پر چھوڑ دیا جائے تاکہ جب وہ مطالبہ کرے تو دینا لازم ہو۔<sup>(22)</sup> رکن مفتی محمد ابراہیم قادری نے رائے دی کہ محل اور محل کی صراحت نہ ہو تو مہر مؤخر متصور ہو گا اور مہر مؤخر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی جب تک کہ موت واقع نہ ہو۔<sup>(23)</sup> جیسا کہ در المختار میں لکھا ہے:

”لو مات زوج المرأة أو طلقها بعد عشرين سنة مثلاً من وقت النكاح ، فلها طلب مؤخر المهر ؛“

لأن حق طليبه إنما يثبت لها بعد الموت أو الطلاق ، لا من وقت النكاح ،<sup>(24)</sup>

(18) علاء الدين ابو بكر بن مسعود بن احمد كاساني، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، (بيروت: دار الكتب العربي، سـ۔ن)، ۲: ۸۸

(19) سالاندر پورٹ ۱۳-۲۰۱۳ء ص: ۱۳۰۔

(20) زین الدین بن ابراہیم بن محمد ابن نجم المصری، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، (بيروت: دار المعرفة)، ۳: ۱۹۳۔

(21) سالاندر پورٹ ۱۳-۲۰۱۳ء ص: ۱۳۰۔

(22) ايضاً، ص: ۱۳۰۔

(23) ايضاً، ص: ۱۳۰-۱۳۱۔

(24) محمد امین بن عمر بن عابدین، در المختار على الدر المختار، (بيروت: دار الفکر، ۱۹۹۲)، ۵: ۲۲۱۔

رکن مولانا محمد حنیف جالندھری نے رائے دی کہ مؤخر والی صورت اختیار کرنے سے مسائل پیدا ہوں گے اور معاملہ مشکل ہو گا لہذا مناسب یہ ہے کہ زیر بحث صورت میں وہ قول اختیار کیا جائے جس میں عورتوں کے لیے آسانی ہو اور وہ اس طرح ہے کہ اس صورت میں محفل کا کہا جائے گا ہاں اگر عورت اپنی مرضی سے اس کو مؤخر کر دے یا مطالبہ نہ کرے تو اس کو اختیار ہے۔<sup>(25)</sup> جسٹ (ر) نذیر اختر نے رائے دی کہ مہر محفل ہی ہونا چاہیے اور یہ قرآن کی آیت ﴿وَأُتُوا النِّسَاءَ صَدْفَاتِهِنَّ بِنْحَلَةٍ﴾<sup>(26)</sup> یعنی اپنی بیویوں کو ان کا مہر خوشی خوشی ادا کرو، کے زیادہ قریب ہے۔<sup>(27)</sup> رکن مولانا ذاکر محمد ادریس سومرو نے رائے دی کہ دراصل یہ صورت "مکوت عنہ"<sup>(28)</sup> والی ہے کہ جس میں تجھیل و تاجیل کا ذکر نہیں ہوتا، اس صورت کے بارے میں دونوں روایتیں موجود ہیں کہ یا اس کی تجھیل پر محمول کر دیا جائے اور یا پھر عرف پر محمول کر دیا جائے۔<sup>(29)</sup> چیز میں کوئی کو نسل نے رائے دی کہ اس ساری بحث سے بیہی بات واضح ہوتی ہے کہ اقوال فقہا اور زیر بحث دفعہ میں کوئی تضاد نہیں ہے لہذا اس میں اگر کوئی ترمیم نہ کی جائے تو بہتر ہے۔<sup>(30)</sup> اراکین کو نسل نے چیز میں کو نسل کی رائے سے اتفاق کیا اور درج ذیل فیصلہ کیا:

"دفعہ (۱۰) حق مہر میں کوئی بات قابل اعتراض یا خلاف شریعت نہیں۔ مہر کے مکوت عنہ ہونے کی صورت میں شور عنده

الطلب ادا کرنے کا پابند ہو گا۔"<sup>(31)</sup>

کو نسل نے مسلم عالمی قوانین کی دفعہ ۱۰۰ حق مہر میں غور و خوض کرتے ہوئے مذکورہ دفعہ کو شریعت کے مطابق قرار دیا جس میں ذکر ہے کہ نکاح نامہ میں حق مہر کی ادائیگی کے طریق کے متعلق کوئی تفصیل نہ ہونے کی صورت میں حق مہر کی کل رقم عند الطلب تصور ہوگی۔ کو نسل نے اس سلسلے میں فقه حنفی میں موجود دونوں دلائل کو مد نظر رکھا جس میں ایک کے مطابق تجھیل و تاجیل سے متعلق خاموشی کی صورت میں حکم محفل کا

(25) سالانہ رپورٹ ۲۰۱۳-۱۳۱ ص: ۱۳۱۔

(26) النساء: ۳۔

(27) سالانہ رپورٹ ۲۰۱۳-۱۳۱ ص: ۱۳۱۔

(28) وہ مہر جس میں تجھیل و تاجیل کی ادائیگی سے ذکر نہ ہو۔

(29) سالانہ رپورٹ ۲۰۱۳-۱۳۱ ص: ۱۳۱۔

(30) ایضاً، ص: ۱۳۱۔

(31) ایضاً، ص: ۱۷۹۔

ہو گا۔ دوسرے دلائل کے مطابق مذکورہ صورت میں عرف کا اعتبار ہو گا لہذا کو نسل نے قرار دیا کہ مہر میں تعجب و تاجیل سے متعلق خاموشی کی صورت کا حکم عند الطلب ادا نیگی کا ہو گا۔ راقم کی رائے میں کو نسل کی سفارش مناسب اور درست ہے اور مہر کے حوالے سے خواتین کے لیے انہیٰ سہولت کا باعث ہے۔

### ۳۔ خلع کی صورت میں حق مہر

مذکورہ موضوع پر سفارش ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور مند نشینی میں راجح الوقت قوانین پر (۲۰۰۶ء تا ۷۔ ۲۰۰۷ء) کے تناظر میں فیملی کورٹس ۱۹۶۲ء پر نظر ثانی کرتے ہوئے کی گئی۔ خلع کی صورت میں حق مہر کے معاملے کو کو نسل کی لیگل کمیٹی میں زیر بحث لا یا گیا اور درج ذیل فیملی کورٹس ۱۹۶۲ء کی دفعہ ۱۰ کی ذیلی دفعہ ۳ غور کیا گیا:

”اگر راضی نامہ یا مصالحت ممکن نہ ہو تو عدالت مقدمہ میں تدقیقات وضع کرے گی اور [شہادت قلمبند کرنے کے لیے] کوئی تاریخ مقرر کرے گی [مگر شرط یہ ہے کہ کسی عدالت یا ٹریبوون کے کسی فیصلے یا تجویز سے قطع نظر، اگر مصالحت ناکام ہو جائے تو عالیٰ عدالت تنخیل کا حکم دھوئی میں فی الفور تنخیل ہکاہ کی ڈگری جاری کرے گی اور یہوی کی طرف سے نکاح کے موقع پر نکاح کے بدلت میں وصول کیا گیا حق مہر بھی خامنہ کو واپس دلائے گی]“<sup>(۳۲)</sup>

لاء کمیٹی نے فیملی کورٹس ۱۹۶۲ء کی مذکورہ دفعہ پر غور کرتے ہوئے خلع کی صورت میں حق مہر کے حوالے سے درج ذیل فیصلہ دیا:

”مہر عورت کا حق ہے اسے کسی حالت میں چھوڑنا نہیں جا سکتا، تاہم عدالت اگر چاہے تو تھائف اور فوائد کے سلسلے میں مصالحت کر سکتی ہے۔“

لاء کمیٹی نے عالیٰ عدالتوں کے قانون مجریہ ۱۹۶۲ء کی دفعہ ۱۰ کی ذیلی دفعہ ۳ میں لفظ ”حق مہر“ کو شادی کے عوض دیئے گئے تھائے اور فوائد سے تبدیل کرنے کی تجویز سے اتفاق کیا اور اسے قانون کا حصہ بنانے کی سفارش کی اور متذکرہ بالا دفعہ کو اس سفارش کی روشنی میں ڈرافٹ کیا۔<sup>(۳۳)</sup> کمیٹی کے فیصلے کو کو نسل کے اے اویں اجلاس میں زیر بحث لا یا گیا۔ چیزیں میں کو نسل نے بحث کرتے ہوئے کہا کہ اصل مسئلہ اس وقت پیدا ہو تاکہ جب عورت خلع کا مطالبہ کرتی ہے تو خاوند کہہ سکتا ہے کہ میری فلاں چیزوں پر کردو۔ پاکستان اور ہندوستان میں رواج ہے کہ خاوند کہتا ہے مہر واپس کردو۔ مسئلہ یہ ہے کہ مہر تو عورت کا حق ہے اسے واپس نہیں کیا جا سکتا۔

(32) اسلامی نظریاتی کو نسل، اسلام آباد مسلم عالیٰ قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء نظر ثانی، سفارشات ص: ۲۳، سن اشاعت ۲۰۰۹ء۔

(33) سالانہ رپورٹ ۲۰۰۸-۰۹ ص: ۳۲، سن اشاعت اگست ۲۰۰۸ء۔

تحائف میں بھی یہ ہے کہ تحفہ واپس نہیں لیا جاتا۔<sup>(34)</sup> انہوں نے دلائل دیتے ہوئے کہا کہ قرآن مجید میں بہت واضح ہے کہ:

﴿أَتَأْخُذُونَهُ هُبْتَنَا وَإِنَّمَا مُبِينًا وَإِنْ أَرْدُتُمُ اسْتِيْدَالَ زُوْجٍ مَكَانَ زُوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۝ أَتَأْخُذُونَهُ هُبْتَنَا وَإِنَّمَا مُبِينًا﴾<sup>(35)</sup>

ترجمہ: بھلام تم ناجائز طور اور صریح ظلم سے اپنا مال اس سے واپس لو گے؟ اور تم دیا ہوا مال کیوں نکرو اپس لے سکتے ہو جب کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ محبت کر چکے ہو اور وہ تم سے عہد سے عہدو اُن بھی لے چکی ہیں۔

ایک دوسری جگہ ذکر ہے کہ:

﴿فَإِنْ خَفْتُمُ الْأَيْقِنَّا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾<sup>(36)</sup>

ترجمہ: اور اگر دونوں کو خوف ہو کہ وہ خدا کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر عورت خاوند کے ہاتھ سے رہائی پانے کے بدالے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر گناہ نہیں۔

کو نسل نے بحث کے بعد اراء کمیٹی کے فیصلہ سے اتفاق کیا اور درج ذیل فیصلہ دیا:

”مہر عورت کا حق ہے اسے کسی حالت میں بھی چھوڑنا نہیں جا سکتا، تاہم عدالت اگر چاہے تو تحائف اور فوائد کے سلسلے میں مصالحت کر سکتی ہے، نیز عدالتی حد اتوں کے قانون مجریہ ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۱۰ اکی ذیلی دفعہ میں لفظ ”حق مہر“ کو شادی کے عوض دیئے گئے تھے اور فوائد سے تبدیل کر کے قانون کا حصہ بنایا جائے۔“<sup>(37)</sup>

کو نسل نے فیملی کورٹ ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۱۰ اکو زیر بحث لاتے ہوئے مہر کو عورت کا مطلقاً حق قرار دیا ہے۔ چاہے خلع کی صورت کیوں نہ ہو نیز کو نسل نے شادی بیاہ کے تحائف اور فوائد کو حق مہر کے قانون میں شامل کرنے اور عدالت کو تباہ عکسی صورت میں تحائف اور فوائد کے سلسلے میں مصالحت کرانے کی سفارشات دیں۔

رقم کی رائے میں شادی بیاہ کے تحائف اور فوائد کو مہر کے قانون کا حصہ بنانے کے حوالے سے کو نسل کی سفارش مناسب اور عمده ہے کیونکہ ہمارے معاشرے کا عجیب چلن ہے کہ نکاح نامہ میں حق مہر کے خانے میں کم یا زیادہ رقم لکھوائی جاتی ہے جو بالعموم تمام زندگی ناقابل ادار ہتی ہے۔ اس کے بخلاف لاکھوں روپے کی جیولری اور فیضی ملبوسات بری کے نام پر لڑکی والوں کو نکاح کی رسم سے پہلے ضروری دیئے جاتے ہیں۔ لہذا اس حوالے

(34) سالانہ رپورٹ ۲۰۰۸-۰۹، ص: ۳۳۔

(35) النساء: ۲۱-۲۰۔

(36) البقرة: ۲۲۹۔

(37) سالانہ رپورٹ ۲۰۰۸-۰۹، ص: ۷۰۔

سے کو نسل کی سفارش مناسب ہے۔ البتہ سفارش کا حصہ کہ ”مہر عورت کا حق ہے، اسے کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑا جاسکتا“ محل نظر ہے اس لیے کہ شریعت میں دو ایسی صورتیں ہیں جن میں عورت کو اپنا کچھ حق چھوڑنا پڑتا ہے۔ پہلی صورت یہ کہ وہ کسی بدکاری کی مرتبہ ہوئی ہو۔<sup>(38)</sup> اور دوسری یہ کہ وہ خلع کی طالب ہوئی ہو۔<sup>(39)</sup>

#### 4- نکاح نامہ میں طبی معافی کے حوالے سے ترمیم

یہ استفسار مراسلہ مورخہ 21 اپریل 2009ء از محترمہ ثمینہ بشیر انچارج خواتین کیمپس، کلیہ الشریعہ والقانون میں الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد کی طرف سے موصول ہوا۔ مراسلہ نگارنے مسلم عالمی قوانین آرڈیننس 1961ء کے حوالے سے درج ذیل تجویز پیش کی:

”ہمارے ملک میں بیپانائٹس سی اور ایچ آئی وی ایڈر، جیسی مہلک بیماریاں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ عام طور پر ایسے مرد یا خواتین جنہیں بیپانائٹس سی یا ایڈر ہوتا ہے شادی کے بعد یہ بیماریاں میاں /بیوی میں منتقل کر دیتے ہیں۔ اس جیسے محفوظ رہنے کے لیے نکاح نامے میں یہ شق شامل کر دی جائے کہ، ”اگر کوئی اور لڑکی شادی سے پہلے اپنے خون کا ٹیسٹ کروائیں اور اس شق پر بندی فریقین کے لیے لازم ہو۔“<sup>(40)</sup>

کو نسل نے مذکورہ مراسلہ کو ملاحظہ کرنے کے لیے منظوری دی اور ہدایت کی کہ مناسب تیاری کے بعد اس موضوع کو 175 دین اجلas مورخہ ۲۸ ستمبر ۲۰۰۹ء میں پیش کیا جائے اور مذکورہ مسئلہ پر مشتمل ایک گروپ بنایا گیا تاکہ ان کی آراء کو 175 دین اجلas میں زیر غور لا یا جاسکے گروپ کے ارکان نے اس معاملے پر غور کیا تو حسب ذیل مقتضاد آراء سامنے آئیں۔ ڈاکٹر محمد مظفر نقوی نے رائے دی کہ نکاح سے قبل متوقع زن و شوہر کے متعلقہ ٹیسٹ کروانے چاہئیں اور مہلک و موروٹی و قابل انتقال امراض جو جان لیوا ہوں ان کے حامل افراد سے شادی کی قانوناً ممانعت ہونی چاہیے۔ اگر ایسا قانون نہیں بنایا جاتا تو ایسے امراض کا علم ہونے کا اندرج نکاح نامے میں کیا جائے اور قانون بنایا جائے کہ اس میں خیار فتح نہیں ہو گا۔ محترمہ شاہدہ اختر علی نے رائے دی کہ بیمار افراد کی شادی طبی نقطہ نگاہ سے قانوناً منع ہونی چاہیے بشرطیکہ ازوئے شرع منع کرنے کی گنجائش ہو۔ شرعی نقطہ نگاہ علمابہتر طور پر بتائے ہیں۔ مولانا ابو الحسن محمد یوسف نے رائے دی کہ مہلک بیماری اور موت تک لے جانے والے امراض کے حامل افراد سے نکاح شرعاً منع نہیں ہے اگر فریقین راضی ہوں، جہاں تک زن و شوہر کے ٹیسٹ کروانے کا مسئلہ ہے تو شریعت فریقین کو ٹیسٹ کروانے کا اختیار دیتی ہے لیکن اگر فریقین مہلک

(38) النساء: ۱۹۔

(39) البقرة: ۲۲۹۔

(40) سالانہ رپورٹ ۱۰-۲۰۰۹ء، ص: ۱۶، سن اشاعت اکتوبر 2009ء۔

مرض کی نشاندہی کے باوجود توکلا علی اللہ نکاح پر راضی ہوں تو انہیں منع نہیں کرنا چاہیے۔<sup>(41)</sup>

کو نسل نے اپنے 175 ویں اجلاس 29 ستمبر 2009ء کو وزیر بحث مسئلہ سے متعلق گروپ کی آراء اور تمام تحقیقی مواد پر تفصیلی غور و خوض کیا۔ اس مسئلے پر ارکین کو نسل میں اختلاف تھا۔ بعض ارکین اس حق میں تھے کہ شادی سے پہلے، "خون کے ٹیسٹ اور ٹیسٹ کے نتیجے کا نکاح نامہ" میں اندراج لازمی ہونا چاہیے۔ دوسرے ارکین کا کہنا تھا کہ اس سے لوگ مزید مشقت میں پڑیں گے لہذا نکاح نامے میں اس شق کا اضافہ نہیں ہونا چاہیے۔<sup>(42)</sup> رکن مولانا محمد صدیق ہزاروی نے تحریری رائے دی کہ اس بات سے اتفاق نہیں کہ نکاح نامہ میں ان بیماریوں سے متعلق اندراج ہو یا کوئی سریشیت پیش کیا جائے۔ البتہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اس سلسلہ میں ورکشاپس، سیمینار، ہیڈ بلز اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں کی ذہن سازی کا اہتمام کیا جائے۔ مولانا عبداللہ خلجمی نے اپنی تحریری رائے دی کہ وہ نکاح نامہ میں مہلک و متعدد امراض کے خون ٹیسٹ سے متعلق کسی بھی قسم کے کالم کے اضافے کے حावی نہیں ہیں کیونکہ اس سے عقد نکاح شرعی کے سهل ترین عمل میں بے جام مشکلات کا اضافہ ہونے کا خدشہ ہے۔<sup>(43)</sup> مولانا شیر افی اور مولانا فضل علی نے تحریری رائے دی کہ بہتر یہ ہے کہ رشته طے کرتے وقت اگر فریقین چاہیں تو خون کا ٹیسٹ کروالیں۔ ہماری رائے میں اس شق کے اضافے کی ضرورت نہیں بلکہ ایسی شق مشکلات کا سبب بننے گی۔<sup>(44)</sup> تفصیلی غور و خوض کے بعد سید سعید احمد گجراتی نے تجویز کیا کہ نکاح نامہ میں مہلک بیماریوں کے متعلق معلومات والے کالم کا اضافہ کر دیا جائے تاہم معلومات کی فراہمی اختیاری ہواں تجویز پر بھی اتفاق رائے نہیں پایا گیا۔ لہذا فیصلہ کیا گیا کہ کثرت رائے سے اس مسئلہ کو حل کر دیا جائے۔ چنانچہ دس ممبران نے تجویز کی حمایت کی اور سات ممبران نے اس تجویز سے اختلاف کیا اور موقف اپنایا کہ اس کالم کے اضافے سے بھی لوگ مشکل میں پڑیں گے جو شرعی نصوص اور شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔<sup>(45)</sup> دس ارکین نے اکثریت کی بنیاد پر حسب ذیل فیصلہ کیا:

نکاح نامہ میں مہلک بیماریوں کے متعلق معلومات والے کالم کا اضافہ کر دیا جائے تاہم معلومات کی فراہمی اختیاری ہو۔ نیز بیماری کی وجہ سے قانوناً نکاح کی ممانعت بھی نہ ہو۔ فریقین کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ نکاح نامے میں مہلک بیماریوں کے متعلق معلومات فراہم کریں یا نہ کریں اور بیماریوں کی نشاندہی کی صورت میں وہ نکاح کریں یا نہ کریں۔ مجوزہ کالم کی عبارت حسب ذیل ہو:

"کیا فریقین (دولہا و دلہن) کسی متعددی اور مہلک بیماری میں مبتلا نہیں ہیں؟ کیا فریقین نے کوئی خون ٹیسٹ سریشیت لگایا

(41) سالانہ رپورٹ ۱۰-۲۰۰۹ء ص: ۳۹۔

(42) ایضاً، ص: ۷۱۔

(43) سالانہ رپورٹ ۱۰-۲۰۰۹ء، ص: ۴۲۔

(44) ایضاً، ص: ۲۲۔

(45) سالانہ رپورٹ ۱۰-۲۰۰۹ء، ص: ۱۸۔

ہے؟

سات اراکین نے متنزکہ بالافیصلے سے اختلاف کیا۔<sup>(46)</sup> مذکورہ سفارش میں کو نسل نے نکاح نامہ میں مہلک بیماروں کے متعلق معلومات والے کالم کا اضافہ کرنے کی سفارش کی تاہم کو نسل نے ان معلومات کو اختیاری قرار دیا اور بیماری کی صورت میں نکاح کو قانوناً منع قرار نہیں دیا۔ تاہم اس فیصلے سے کو نسل کے سات اراکین نے اختلاف کیا کہ اس کالم سے لوگ مشقت میں پڑھ جائیں گے۔ راقم کی رائے میں نکاح نامہ میں طبی معائنے کے حوالے سے ترمیم مناسب اور شریعت کے عین مطابق ہے کیونکہ میڈیکل ٹیسٹ کے ذریعے ان پوشیدہ مہلک یا معدود ری پر منتفع ہونے والے امراض کا پتہ چلا جائے سکتا ہے۔ یا جن سے وجود میں آنے والی اولاد مہلک امراض میں بتلا یا معدود پیدا ہو سکتی ہے۔ شریعت نے نکاح کے سلسلے میں دھوکہ دہی کی ممانعت اور امراض کی صورت میں فتح نکاح کا اعتبار کیا ہے۔

امام نبیقی لکھتے ہیں:

”امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ امراض جو ایک دوسرے کو لگتے ہیں یعنی قابلِ انتقال ہیں مثلاً جرام و برص وغیرہ اور ان کی اولاد میں منتقل ہونے کا امکان موجود ہے وہ رشتہ زوجیت کو برقرار رکھنے میں مانع اور ایک دوسرے سے دوری کا سبب بنتے ہیں۔“

(47)

علامہ قرافی مہلک امراض مثلاً جرام اور برص اور دیگر مہلک امراض میں بتلا افراد سے نکاح کے بارے میں لکھتے ہیں:

لا يجوز نكاح مريض ولا مريضة ويفسخ ولو بعد البناء<sup>(48)</sup>

ترجمہ: مریض مردا اور عورت کا نکاح جائز نہیں ہے اور ان کی رخصی ہو گئی ہو تو ان کا نکاح فتح کرایا جائے گا۔

اس سلسلے میں مالکی فقہیہ ابن الجلاب لکھتے ہیں:

ولا يجوز لمريض ولا لمريضة أن يتزوجا حتى يصحا<sup>(49)</sup>

ترجمہ: مریض اور مریضہ کے لیے جائز نہیں کہ وہ نکاح کرے یہاں تک کہ وہ صحت یا بہو جائیں۔

(46) ایضاً، ص: ۲۲۳۔

(47) احمد بن الحسین بن علی الْبَصِّرِيُّ، معرفة السنن والآثار، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۲ھ)، ج ۵، ص: ۳۵۴۔

(48) ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی، الذخیرۃ، (بیروت: دارالغرب الاسلامی، ۱۹۹۴ء)، ج ۴، ص: ۲۰۸۔

(49) ابوالقاسم عبد اللہ بن حسین بن حسن ابن الجلاب المالکی، التفریغ فی فقه الإمام مالک بن أنس، (بیروت: دارالكتب

العلمیہ، ۱۴۲۸ھ)، ج ۱، ص: ۴۰۹۔

موجودہ دور میں ایڈز اور سیپاٹا نئٹس کے امراض پھیل رہے ہیں اور ان بیماریوں کی علامات جلد خوددار نہیں ہوتیں، لہذا امراض کی صورت میں فتح نکاح سے بہتر ہے کہ نکاح سے پہلے متعدد امراض کا ٹیکٹ کروالیا جائے تاکہ انسانی جانیں بچ سکیں۔

## ۵- نکاح کی رجسٹریشن

- نکاح کی رجسٹریشن کا ذکر مسلم عالیٰ قوانین 1961ء کی دفعہ 5 میں ہے جس کا اردو متن درج ذیل ہے:
- (1) قانون شریعت کے تحت عمل میں لائی گئی ہرشادی آرڈیننس ہذا کے احکامات کے مطابق رجسٹر کی جائے گی۔
  - (2) اس آرڈیننس کے تحت شادیوں کی رجسٹریشن کی غرض سے یونین کو نسل ایک یا ایک سے زیادہ اشخاص کو جنبیں نکاح رجسٹر کہا جائے گا، لائنس جاری کرے گی لیکن کسی ایک وارڈ کے لیے کسی صورت بھی ایک سے زیادہ نکاح رجسٹر کو لائنس نہیں دیا جائے گا۔
  - (3) ہر اس نکاح کی اطلاع ہے نکاح رجسٹر کے علاوہ کسی اور شخص نے سرانجام دیا ہوا اس آرڈیننس کے تحت درج رجسٹر کرنے سے لیے شخص ہذا کوہہ کی طرف سے نکاح رجسٹر کو دی جائے گی۔
  - (4) ہر وہ شخص جو ذیلی دفعہ (۳) مذکورہ بالا کے احکامات کی خلاف ورزی کرے گا وہ قید محض جس کی میعاد تین ماہ ہو سکتی ہے یا جسمانہ جو ایک ہزار تک ہو سکتا ہے یا ہر وہ سزاوں کا مستوجب ہو گا۔
  - (5) نکاح نامہ کا فارم نکاح رجسٹر کے لیے رجسٹریونیں کو نسل میں رکھے جانے والے ریکارڈ، بیان شادیوں کی رجسٹریشن کا طریقہ کار اور نکاح نامہ کی نقليں متعلقہ فریقوں کو مبیا کی جائیں گی اور ان کے لیے قابل ادائیں وہی ہوں گی جو اس غرض کے لیے مقرر کی جائیں گی۔
  - (6) کوئی شخص مقرر فیس (اگر کوئی ہو) کی ادائیگی پر یوں میں کو نسل کے دفتر میں ذیلی دفعہ کے تحت رکھے ہوئے ریکارڈ کا معافہ کر سکتا ہے یا اس کے اندرج کی نقل حاصل کر سکتا ہے۔<sup>(۵۰)</sup>

نکاح کی رجسٹریشن کی ہذا بالا دفعہ پر مختلف ادوار میں کو نسل میں نظر ثانی کی گئی جو درج ذیل ہیں:

- (1) اسلامی مشاورتی کو نسل نے 19 اکتوبر 1964ء کو ہذا دفعہ پر بحث کرتے ہوئے فیصلہ کیا کہ نکاح کی رجسٹریشن کی دفعہ شریعت سے متصادم نہیں ہے اور یہ ایک انتظامی معاملہ ہے اور نکاح کی لازمی رجسٹریشن کے بہت فوائد ہیں۔<sup>(۵۱)</sup>
- (2) بعد ازاں ہذا دفعہ پر کو نسل نے اپنے اجلاس منعقدہ اسلام آباد بتاریخ 29 جنوری تا 10 فروری 1979ء زیر صدارت جسٹس محمد افضل چیمہ دوبارہ غور کیا اور حسب ذیل ترمیم تجویز کی:

”دفعہ 5 کی ذیلی دفعہ (۳) میں لفظ (reported to him by) کے بعد کی عبارت کے مجاہے مندرج ذیل عبارت لکھی جائے“ دوہما یا اس کے نمائندہ کی طرف سے ”the bridegroom or his“

(50) مسلم عالیٰ قوانین آرڈیننس 1961ء نظر ثانی اور سفارشات ص: 17، سن اشاعت ۲۰۰۹ء۔

(51) دسویں روپ، مسلم عالیٰ قوانین، ص: ۱۰۔

reprehensive”<sup>(52)</sup>

3) وزارت مذہبی امور نے تجویز دی کہ مسلم عالمی قوانین 1961ء کی دفعہ 5 میں نکاح رجسٹرنے کرانے کی سزا چھ ماہ اور جرمانہ کی رقم دس ہزار مقرر کی جائے۔

کو نسل نے اپنے 144 ویں اجلاس مورخ 14-12 نومبر 2001ء میں وزارت مذہبی امور کی تجویز کے حوالے سے موقف دیا کہ نکاح رجسٹرنے کی سزا 3 ماہ ہونی چاہیے یا 6 ماہ یہ محض ایک انتظامی مسئلہ ہے۔<sup>(53)</sup>

4) مولانا محمد خان شیر افی کے دور چیئرمین نکاح کی رجسٹریشن کی مذکورہ دفعہ کو دوبارہ غور و خوض کے لایا گیا اور کو نسل نے اپنے 194 ویں اجلاس مورخ 10-11 مارچ 2014ء کو اس دفعہ پر بحث کی اور دفعہ 5 پر علماء کرام کے درج ذیل اعتراضات کو زیر غور لایا گیا:

1. نکاح ایک شرعاً ایک ایسا عمل ہے جس کی ترغیب بھی دی گئی ہے اور اس کو آسان بھی رکھا گیا ہے۔

2. رجسٹریشن کی شرط اس عمل کو مشکل بھی بنادے گی اور ایک مطلق شرعی حکم کو مقید بھی کر دے گی۔

3. جبراً اور تعزیر کے بجائے اس رجسٹریشن کو ترتیبی حد تک رکھا جائے اور رجسٹریشن نہ کروانے والے پر کسی قسم کی سزا کا نفاذ نہ ہو۔<sup>(54)</sup>

مشقی محمد ابراہیم قادری نے رائے دی کہ دفعہ 5 کی تمام ذیلی دفعات درست ہیں الیہ کہ ذیلی دفعہ 4 میں نکاح کا اندر ارجمند کرنے کو تغیری جرم قرار دینے کے بجائے نکاح رجسٹر کرنے کی محض ترغیب دی جائے کیونکہ نکاح رجسٹرنے ہونے سے بہت سی دشواریاں آسکتی ہیں۔<sup>(55)</sup> چیئرمین مولانا شیر افی نے رائے دی کہ ایسے علاقے ہیں جو شہروں سے دور ہیں اور وہاں کے باشندے انتہائی کمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں ایسے شہروں کے لیے رجسٹریشن کو ضروری قرار دینے سے مسائل و مشکلات میں اضافہ ہو گیا۔ اس پہلو سے لگتا ہے کہ رجسٹریشن اختیاری اور ترتیبی ہو اور اگر ایک دوسرے پہلو سے غور کیا جائے کہ رجسٹریشن کو اختیار کر دینے کی صورت میں جن کو یہ سہولت میسر ہے اور وہ آسانی سے رجسٹریشن کر سکتے ہیں وہ اس سے تغافل بر تین گے لہذا لازمی اور

(52) دسویں رپورٹ، مسلم عالمی قوانین، ص: 30۔

(53) سالانہ رپورٹ 2002-2001ء، ص: 35-36، سن اشاعت جولائی 2003ء۔

(54) سالانہ رپورٹ 2013-2012ء، ص: 113۔

(55) ایضاً، ص: 113۔

اجباری ہی ہو تو زیادہ قرین مصلحت ہو گا۔<sup>(56)</sup> مولانا محمد حنفی جالندھری نے رائے دی کہ یہ ایک انتظامی ضرورت ہے اس لیے اس دفعہ کو اس طرح برقرار رکھا جائے۔ حافظ زبیر احمد ظلیہر اور ڈاکٹر محمد ادريس سومرو نے کہا یہ دفعہ خلاف شریعت نہیں ہے۔ قرآن کریم میں معاملات سے متعلق آیت ”فَاكْتُوبه“ نکاح کی رجسٹریشن کے عمل کو بھی مقصمن ہو سکتے ہیں۔ جسٹس (ر) میان نزیر اختر نے رائے دی کہ ایسا کام جو صدیوں سے نہیں تھا اور مسلمانوں کے نکاح بغیر رجسٹریشن کے ہی ہوا کرتے تھے اس کو اس انداز سے لازم کرنا کہ اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں قید کی سزا درست معلوم نہیں ہوتی۔ تاہم اگر سزا مقرر کرنی ہی ہے تو جرمانہ کی صورت میں مقرر کی جائے، قید کی صورت میں نہ کی جائے۔ فیروز جمال شاہ کا کا جمل نے رائے دی کہ فیڈرل شریعت کوڑ کے فیصلے کے مطابق یہ دفعہ احکام اسلام سے متصادم نہیں ہے اس دفعہ کو برقرار رکھنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں نقصانات کے مقابلہ میں فوائد زیادہ ہیں۔<sup>(57)</sup> درج بالا دلائل کی روشنی میں کو نسل نے فیصلہ دیا۔

”دفعہ ۵ بیان شادیوں کا اندر ارجح کو اس طرح برقرار رکھا جائے۔ اس میں کسی قسم کی ترمیم کی ضرورت نہیں۔“<sup>(58)</sup>

نکاح کی رجسٹریشن کے حوالے سے مسلم عالمی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۵ کے حوالے سے کو نسل کے مختلف ادوار میں غور و خوض کیا گیا۔ اسلامی مشاورتی کو نسل نے نکاح کی رجسٹریشن کو مفید اور انتظامی قرار دیتے ہوئے شریعت کے مطابق قرار دیا۔ ڈاکٹر شیر محمد زمان کے دور میں کو نسل نے نکاح رجسٹرنے کروانے پر سزا کو انتظامی قرار دیا۔ مولانا محمد خان شیر اپنی کے دور میں کو نسل نے مذکورہ قانون کی دفعہ ۵ کو قرآن و سنت کے مطابق قرار دے کر نکاح کی رجسٹریشن کی سفارش کی۔ راقم کی رائے میں نکاح شرعی طور پر بغیر رجسٹریشن کے بھی صحیح ہے مگر زمانے کی بدلتی ہوئی رفتار نے رجسٹریشن کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ نکاح کی رجسٹریشن کے کئی معاشرتی فوائد ہیں مثلاً عورت کے نفقہ و سکنی، مہر و میراث اور بچوں کے نسب کے ضیاء کا خدشہ رجسٹریشن سے ختم ہو جاتا ہے۔ نیز سرکاری ملازم ہونے کی صورت میں حکومت کی طرف سے ملازم کی بیوی اور بچوں کو میراث آنے والے فوائد کا تحفظ ہے۔ قرآن و سنت میں نکاح کی رجسٹریشن کے حوالے سے واضح نصوص نہیں ہیں۔ تاہم قرآن پاک میں مالی معاملات میں دستاویزات بنانے کی ہدایت کی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ذکر ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَآتَّمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمَّى فَاكْتُوبُهُ﴾<sup>(59)</sup>

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت تک کے لیے آپس میں قرض کا معاملہ کر تو اسے لکھ لیا

(56) سالانہ رپورٹ ۲۰۱۳-۱۴ء ص: ۱۱۲۔

(57) ایضاً، ص: ۱۱۵۔

(58) ایضاً، ص: ۱۷۶۔

(59) البقرۃ: ۲۸۲۔

کرو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت، لین دین اور معاهدات و معاملات کی دستاویزات تیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اس کی حکمت یہی ہے کہ بعد میں کوئی تبازع پیدا نہ ہو اور نہ کسی فریق کو نقصان پہنچ۔ لہذا اس آیت سے نکاح کی رجسٹریشن کا استشہاد کیا جاسکتا ہے۔ تاکہ نکاح کی رجسٹریشن سے دونوں فریقوں کے حقوق کو قانونی تحفظ میسر ہو سکے۔ لہذا نکاح کی رجسٹریشن کے حوالے سے کو نسل کی سفارشات انتہائی مفید اور شریعت کے مقاصد کے مطابق ہے۔

#### ۶۔ جبیز و تھائف عروضی سے متعلق سفارشات

جبیز و تھائف عروضی سے متعلق مختلف ادوار میں کو نسل میں غور و خوض کر کے سفارشات کی گئیں۔ جسٹس تنزیل الرحمن کے دور مند نشین میں کو نسل کے اجلاس ۱۳ فروری ۱۹۸۳ء میں جبیز و تھائف دہن (پابندی) ایک ۲۷۱۹ء کی درج ذیل دفعات کو زیر بحث لا یا گیا:

”قانون ہذا کی دفعہ ۳ کے تحت ۵ ہزار سے زائد جبیز اور تھائف دہن پر پابندی عائد کی گئی اس طرح دفعہ ۴ کے تحت کوئی شخص نکاح پر کسی فریق کو ایسا تختہ نہیں دے گا جس کی مالیت ایک سو سے زائد ہو۔ دفعہ ۸ کے تحت جبیز وغیرہ کی فہرست رجسٹر ار کو ممیا کرنے کا لزوم ہے۔ دفعہ ۶ کے تحت شادی کے اخراجات ۵ سو سے تجاوز کرنے کی پابندی ہے۔“<sup>(۶۰)</sup>

چیزیں میں کو نسل جسٹس تنزیل الرحمن نے اپنی تحریری رائے دی کہ یہ پورا قانون اپنے عملی اطلاق میں حکومت کی بگ بنائی کا موجب ہے، ایسی شادیوں کی تعداد ان گنت ہے جہاں خود حکومت کے اعلیٰ افسر موجود ہوتے ہیں اور وہ خود اپنی آنکھوں سے اس امر کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیا ایسی شادیوں پر اڑھائی ہزار روپے خرچ کیے گئے ہیں یا جبیز صرف پانچ ہزار کا دیا گیا ہے۔ اس قانون کا جائے فائدہ ہونے کے الایام نقصان ہو رہا ہے کہ والدین معاشرتی دباؤ کے تحت اپنی بیجوں کو پانچ ہزار سے کئی گناہک مسز خاور خان چشتی صاحب نے رائے دی کہ ”جبیز کا مسئلہ دی جاتی ہے اس میں صرف پانچ ہزار روپے کی مالیت کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ قانون کو نسل کی نگاہ میں غیر حقیقت پسندانہ ہے اس لیے کو نسل اس قانون کو منسوخ کرنے کی سفارش کرتی ہے، ہاں اگر حکومت اور اس کے ارکان اپنے اس قانون پر خود بھی عمل درآمد کر سکتے ہوں اور دوسروں سے بھی کراکتے ہوں تو پھر شاید اس قانون کے جاری رہنے کی گنجائش نکل آئے۔“<sup>(۶۱)</sup> رکن ڈاکٹر مسز خاور خان چشتی صاحب نے رائے دی کہ ”جبیز کا مسئلہ والدین کی صوابیدی اور استطاعت پر دیا جانا چاہیے، چونکہ ہر شخص اپنے حالات اور استطاعت کے مطابق اپنی بیٹیوں کو جبیز دیتا ہے، اس پر پابندی لگانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا جس نے جو کچھ دینا ہوتا ہے وہ تو دے

(60) دسویں رپورٹ، مسلم عالمی قوانین، ص: ۷۰۔

(61) ایضاً، ص: ۷۰-۷۱۔

کر ہی رہتا ہے، خواہ کتنی ہی پابندیاں عائد کر دی جائیں، پابندیوں کی صورت میں چور دروازے دیئے جاتے ہیں، الہذا یہ قانون بے اثر ہے اور اسے منسوخ کیا جائے۔<sup>(62)</sup> چنانچہ کو نسل میں خاصی بحث و تجھیص کے ارکان کی اکثریت نے چیزیں میں کو نسل اور ڈاکٹر مسز خاور خان چشتی کی تجویز کے اتفاق کیا اور مذکورہ بالا تجویز کو بطور سفارش منظور کر لیا۔<sup>(63)</sup> مذکورہ سفارش میں جہیز کو والدین کی استطاعت پر چھوڑ دیا گیا اور مذکورہ قانون کو منسوخ کرنے کی سفارش کی۔

ڈاکٹر شیر زمان کے دور مسند نشینی میں سینیٹ میں پیش کیا گیا، جہیز شادی بیاہ کے تھائف پر پابندی عائد کرنے کا بل ۱۹۹۹ء کے حوالے سے کو نسل نے از خود نوٹس لیتے ہوئے اپنے ۷۱۳ اولیں اجلاس موئر خد ۲۱ تا ۱۹ جون ۱۹۹۹ء میں شق وار غور کیا۔<sup>(64)</sup> سینیٹ کے بل پر غور و خوض کے بعد محسوس کیا گیا کہ زیر غور بل کا جو اردو ترجمہ موصول ہوا وہ کئی مقامات پر ناقص بلکہ بدیہی طور پر غلط ہے۔ اس بل پر شق وار غور کے بعد مندرجہ ذیل دفعات میں ترا میم منظور کی گئیں۔

#### دفعہ نمبر ۳: جہیز پر پابندی

کوئی بھی شخص شادی یا رخصتی کے وقت دلہن یا کسی بھی زیر کفالت لڑکی کو ۲۰ ہزار روپے کی مالیت سے زائد کا جہیز نہ دے گا۔<sup>(65)</sup>

غور و خوض کے بعد اس دفعہ میں کسی ترمیم کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی البتہ چیزیں میں کو نسل کی اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا گیا کہ اس کے انگریزی ڈرافٹ میں جہیز کے مستعمل لفظ Downy کے آگے تو سین میں لفظ جہیز بھی لکھ دیا جائے۔<sup>(66)</sup>

#### دفعہ نمبر ۴: دلہن کے تھائف پر پابندی

کوئی بھی شخص یاد لہما کے والدین شادی کے موقع پر دلہن کو ۲۰ ہزار روپے کی مالیت سے زائد کے زیورات، تھائف، کپڑے یا دیگر جائیداد نہیں دیں گے مگر اس میں حق مہر شامل نہ ہو گا۔<sup>(67)</sup>

اس دفعہ پر غور و خوض کے بعد طے ہوا کہ اس کے ابتدائی الفاظ ”کوئی بھی شخص یا“ کو حذف کیا جائے۔ نیز

(62) دسویں روپرٹ، مسلم عالمی قوانین، ص: ۱۷۔

(63) ایضاً، ص: ۱۷۔

(64) سالانہ روپرٹ ۱۹۹۸-۹۹، ص: ۲۷۔

(65) ایضاً، ص: ۳۸۔

(66) ایضاً، ص: ۳۸۔

(67) سالانہ روپرٹ ۱۹۹۸-۹۹، ص: ۲۷۔

کو نسل نے ڈاکٹر محمود احمد غازی کی اس تجویز سے بھی اتفاق کیا کہ اس دفعہ کے الفاظ "زیورات، تھائے، کپڑے یاد گیر جائیداد" کے بعد تو سین میں لفظ "بری" کا اضافہ کیا جائے کیونکہ دہن کو شادی کے موقع پر جو تھائے دیئے جاتے ہیں انہیں بری کہتے ہیں۔<sup>(68)</sup>

## دفعہ نمبر ۶: (شق نمبر ۲)

صدر، وزیر اعظم، وفاقی وزیر، وزیر اعلیٰ، وزیر ملکت، سفیر، گورنر، قوی اسembly کا سپیکر سینیٹ کا چیئرمین یا ڈپٹی چیئرمین، پارلیمانی سیکرٹری، رکن پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلی، تنخواہ کے اسکیل ۷ اور بالائی سکیلوں کا سرکاری ملازم یا کسی کارپوریشن، صنعت یا استیبلشمنٹ میں ملازم جس کا انتظام و انصرام حکومت کے پاس ہو، اپنے بیٹھ یا بیٹی کی شادی میں کوئی تحفہ وصول نہیں کرے گا، مساوئے اس کے رشتہ داروں، خاندان کی طرف سے۔<sup>(69)</sup>

اس شق پر غور و خوض کے بعد کو نسل نے تجویز کیا کہ اس کے آخری الفاظ "مساوئے اس کے رشتہ دار خاندان کی طرف سے" کو حذف کیا جائے اور آخر میں ان الفاظ کا اضافہ کیا جائے "جس کی مالیت ایک ہزار روپے سے زیادہ ہو۔" علاوہ ازیں کو نسل نے اس دفعہ میں مندرجہ ذیل ایک تیسری کے اضافے کی تجویز بیٹھ کی:

**شق نمبر ۳: جہیز اور بری کی نمائش منوع اور قابل تغیر جرم ہو گا اور ایسی شادی میں شریک ہونے والے اہل منصب کو ان کے منصب سے برخاست کیا جائے گا۔<sup>(70)</sup>**

درج بالا بل پر بحث کی روشنی میں کو نسل نے جہیز اور تھائے عروضی کے حوالے سے ۲۰ ہزار سے زائد جہیز نہ دینے، دلہا کے والدین کا دلہن کو ۲۰ ہزار کی مالیت سے زیادہ بری کے نہ دینے، حکومتی اشخاص کا اپنے بیٹھ بیٹی کی شادی پر ایک ہزار روپے سے زیادہ تحفہ وصول نہ کرنے اور جہیز اور بری کی نمائش کی ممانعت اور قابل تغیر جرم کی سفارشات کی ہیں۔

ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور مند نشینی میں کو نسل نے اپنے ۱۶۸ اویں اجلاس میں شادی بیاہ کی رسومات سے متعلق اخباری تراشوں پر غور کرتے ہوئے جہیز کے متعلق درج ذیل سفارش کی:

جہیز چونکہ سوسائٹی کا رواج ہے الہارواج کے خلاف کوئی قانون سازی نتیجہ خیز نہیں ہو سکتی، جہیز سے متعلق قانون سازی

(68) ایضاً، ص: ۳۹۔

(69) ایضاً، ص: ۳۹۔

(70) ایضاً، ص: ۵۰-۳۹۔

کرنے سے صرف پولیس کے لیے رشوت کا دروازہ کھلے گا۔<sup>(71)</sup>

مذکورہ سفارش میں کو نسل نے اپنے سے سابق کو نسل سے اختلاف کرتے ہوئے ڈاکٹر تنزیل الرحمن کی کو نسل کے فیصلے سے اتفاق کرتے ہوئے جہیز کو رواج قرار دیتے ہوئے معاشرے کی صوابید پر چھوڑ دیا۔

جہیز و تھائے عروی کے حوالے سے کو نسل نے ڈاکٹر تنزیل الرحمن، ڈاکٹر شیر محمد زمان اور ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور میں سفارشات مرتب کیں، ڈاکٹر تنزیل الرحمن کے دور میں کو نسل نے جہیز کو والدین کی استطاعت پر چھوڑنے کی سفارش کی اور جہیز و تھائے عروی (پابندی) ایک ۱۹۷۶ء کو ختم کرنے کی سفارش کی کیونکہ یہ ناقابل عمل قانون ہے۔ جبکہ ڈاکٹر شیر محمد زمان کے دور میں کو نسل نے سابقہ کو نسل سے اختلاف کرتے ہوئے جہیز اور تھائے عروی کے حوالے سے ۲۰ ہزار سے زائد جہیز نہ دینے، دلہا کے والدین کا دلہن کو ۲۰ ہزار کی مالیت سے زیادہ بری کے نہ دینے، حکومتی اشخاص کا اپنے بیٹی / بیٹی کی شادی پر ایک ہزار سے زیادہ تخفہ وصول نہ کرنے اور جہیز اور بری کی نمائش کی ممانعت اور اس عمل کو قابل تعزیر جرم قرار دینے کی سفارشات کیں جبکہ ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور میں کو نسل نے ڈاکٹر تنزیل الرحمن دور کو نسل کے فیصلے سے اتفاق کرتے ہوئے جہیز کو رواج قرار دیتے ہوئے معاشرے کی صوابید پر چھوڑ دیا۔ راقم کی رائے میں جہیز کے حوالے سے ڈاکٹر تنزیل الرحمن اور ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور کو نسل کی سفارشات مناسب ہیں کہ جہیز کو معاشرے کی صوابید پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ جہیز ایک رواج ہے اور رواج وقت کے ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے لہذا اس سلسلے میں قانون سازی مناسب نہیں۔

جہیز کے حوالے سے مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

”سامان جہیز جو والدین اپنی بیٹی کو دیتے ہیں اس کا مار دراصل عرف اور اشیاء کی نوعیت پر ہے۔“<sup>(72)</sup>

السيد سابق بھی جہیز کو عرف قرار دیتے ہیں:

وهذا مجرد عرف جرى عليه الناس<sup>(73)</sup>

یہ صرف ایک عرف ہے جو لوگوں میں جاری ہے۔

البته بری اور جہیز کی نمائش کی ممانعت اور اس کو قابل تعزیر قرار دینے کے حوالے سے ڈاکٹر شیر محمد زمان کے دور کو نسل کی سفارش مناسب ہے۔ اس سے صاحب استطاعت اور سفید پوش اور غریب والدین کا بھرم بھی قائم رہے گا کہ وہ اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اپنی بیٹوں کو جہیز اور بہوؤں کو بری دے سکیں۔

(71) سالانہ رپورٹ ۲۰۰۷-۰۸ء، ص: ۸۷۔

(72) مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، اشرف الاحکام، (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۴۲۴ھ)، ص ۱۵۹۔

(73) سید سابق، فقہ السنۃ، (جده: شرکتہ دار القبلۃ للتأصیفۃ الاسلامیۃ)، ج ۲، ص ۳۰۲۔

## ۷۔ تعداد ازدواج کے حوالے سے مسلم عالمی قوانین میں تراجمیں

تعداد ازدواج سے متعلق اسلامی نظریاتی کو نسل نے مختلف ادوار میں مسلم عالمی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۲ پر غور و خوض کر کے سفارشات مرتب کی ہیں، مذکورہ قانون کی دفعہ ۲ تعداد ازدواج کا اردو متن درج ذیل ہے:

### دفعہ ۲: تعداد ازدواج

- (1) کوئی شادی شدہ شخص اس آرڈیننس کے تحت ثالثی کو نسل سے بیٹھی تحریری اجازت لیے بغیر دوسری شادی نہیں کرے گا اور نہ ہی نہ کوہہ منظوری حاصل کیے بغیر کی ہوئی کسی شادی کو اس آرڈیننس کے تحت رجسٹر کیا جائے گا۔
- (2) ذیلی دفعہ (1) کے تحت اجازت حاصل کرنے کے لیے درخواست مجوزہ طریقہ کارے مطابق اور مقررہ فیس کے ہمراہ چیزیں میں کوڈی جائے گی اور اس میں مجوزہ شادی کی وجوہات بیان ہوں گی اور یہ کہ آیا اس کے لیے موجودہ بیوی یا بیویوں کی رضامندی حاصل کر لی گئی ہے۔
- (3) ذیلی دفعہ (2) کے تحت درخواست موصول ہونے پر چیزیں درخواست دہنہ اور اس کی بیوی یا بیویوں سے کہے گا کہ ہر ایک اپنا نمائندہ نامزد کرے اور اس طرح تکمیل شدہ ثالثی کو نسل اگر مطمئن ہو کہ مجوزہ شادی ضروری اور منصفانہ ہے تو وہ ایسی شرائط کے تحت جنہیں وہ مناسب خیال کرے مطلوبہ منظوری دے سکتا ہے۔
- (4) درخواست کے فیصلے میں ثالثی کو نسل اپنے فیصلے کی وجوہات تکمیند کرے گی اور کوئی بھی فریق مجوزہ طریقہ کارے مطابق اور مقررہ مدت کے اندر اور مقررہ فیس کی ادائیگی پر نگرانی کی درخواست [متغیرہ فلکشن کو] پیش کر سکتا ہے، اس کا فیصلہ قطعی ہو گا اور اس کے خلاف کسی عدالت میں چارہ ہوئی نہیں کی جاسکے گی۔
- (5) جو شخص ثالثی کو نسل کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرے گا وہ آ۔ مہر کی تمام واجب الادار قسم موجودہ بیوی یا بیویوں کو ادا کرے گا خواہ وہ محلہ ہو یا موئے جل جو عدم ادائیگی کی صورت میں بطور بقا یا جات مالیہ و صولی کی جاسکے گی۔
- ب۔ شکایت پر اثبات جرم کی صورت میں قید محض جس کی میعاد ایک سال تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ جو پانچ ہزار روپے تک ہو سکتا ہے ہر دو سڑاک کا مستوجب ہو گا۔<sup>(74)</sup>

مسلم عالمی قوانین کی نہ کوہہ دفعہ ۲ پر سب سے پہلے غور اسلامی مشاورتی کو نسل نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۹۶۱ء اکتوبر ۱۹۶۳ء کو کیا جس کی صدارت علامہ علاؤ الدین صدیقی نے کی۔ رکن مولانا عبد الحمید بدایوی نے رائے دی کہ شریعت مطہرہ نے شوہر کو حق دی ہے کہ وہ عقد ثالثی کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنی پہلی بیوی اور اس کے پچوں کے ساتھ عدل کر سکے، شوہر جس وقت عقد کرنا چاہے قاضی شرع کے سامنے ثبوت پیش کرے کہ میں پہلی بیوی اور اس کے پچوں کے حقوق ادا کرنے کا اہل ہوں، قاضی جب یہ ثبوت حاصل کرے تو عقد ثالثی کی اجازت ہے، اگر ثبوت حاصل نہ ہو سکے تو عقد ثالثی کا مجاز نہ ہو گا۔<sup>(75)</sup> مشاورتی کو نسل نے بحث و تمحیص کے بعد نہ کوہہ

(74) رپورٹ مسلم عالمی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء، نظر ثالثی سفارشات، ص: ۷۷۔

(75) دسویں رپورٹ مسلم عالمی قوانین، ص: ۷۷۔

### قانون میں درج ذیل ترمیم تجویز کیں:

1. دفعہ کے ابتدائیہ کی منفی صورت کو ثابت سے بدل دیا جائے؛
2. پہلی بیوی کی اجازت کی شرط کو حذف کر دیا جائے؛
3. دوسری شادی کا درخواست گزار ایک عہد نامہ جمع کروائے گا کہ وہ اپنی بیوی پھر کے ساتھ عدل کرنے کا متحمل ہے؛
4. عدالتی چارہ جوئی صرف متاثر بیویوں کی شکایت پر شروع کی جائے گی۔<sup>(76)</sup>

تعداد ازدواج کے حوالے سے مسلم عالمی قانون کی دفعہ ۲ پر کو نسل کے اجلاس منعقدہ موئرخہ ۱۹ فروری ۱۹۷۹ء میں دوبارہ غور و خوض کیا گیا، اجلاس کی صدارت جمیں محمد افضل چیمہ نے کی۔<sup>(77)</sup> اجلاس میں مذکورہ قانون کی دفعہ ۲ کو حذف کر کے مندرجہ ذیل دفعہ لکھنے کی سفارش کی گئی:

1. جو شخص اپنا موجودہ نکاح برقرار رکھتے ہوئے کوئی دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہو گا کہ متعلقہ سول نجح کو مجوزہ نکاح کی اجازت کے لیے درخواست دے۔
2. سول نجح کو درخواست دہنہ کی درخواست کو صرف اس صورت میں مسترد کر سکے گا جبکہ وہ ضروری تحقیق و تفتیش کے بعد اس بات پر مطمئن ہو کہ:
  - آ۔ درخواست دہنہ مالی طور پر اس لائق نہیں ہے کہ وہ اپنی موجودہ بیوی یا بیویوں کے ساتھ موجود بیوی کے ضروری اخراجات مکمل مساوات کے ساتھ مناسب طور پر برداشت کر سکے۔
  - ب۔ درخواست دہنہ کے بارے میں اس کے ماٹھی کے حالات عام کردار اور اخلاقی معیار کے لحاظ سے اس بات کا گمان غالب ہے کہ وہ ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل و مساوات نہیں رکھ سکتا اور اس کی طرف سے بے انصاف کا معموقل خطرہ موجود ہے۔
  - ج۔ درخواست دہنہ نے اس عورت سے جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے یہ بات پوشیدہ رکھی ہے کہ اس کی کوئی بیوی موجود ہے۔
3. جو مسلمان شخص سول نجح سے اجازت حاصل کیے بغیر ایک نکاح کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرے گا وہ قیدِ شخص کی سزا کا مستوجب ہو گا جو ایک سال تک ہو سکتی ہے۔
4. جو شخص بھی ایک سے زائد بیویوں کے درمیان نا انصافی یا عدم مساوات کا مرکتب ہو گا اسے قیدِ شخص کی سزا دی جائے گی جو دو سال تک ہو سکتی ہے۔ نیز عدالت اپنی صوابید پر عدل و مساوات قائم کرنے کے لیے احکام صادر کرے گی۔<sup>(78)</sup>

کو نسل کی مذکورہ سفارش میں دوسری شادی کے لیے بیوی کی اجازت کے بجائے سول نجح کی اجازت سے مشروط کیا گیا نیز عدل و انصاف اور خفیہ شادی سے متعلق نجح کے اطمینان اور خلاف ورزی پر قید کی سزا کے نکات

(76) ایضاً، ص: ۷۶۔

(77) ایضاً، ص: ۲۹۔

(78) دسویں روپرٹ، مسلم عالمی قوانین، ص: ۳۰۔

قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر شیر زمان کے دور مند نئینی میں مسلم عالیٰ قوانین کی دفعات پر دوبارہ غور و خوض کیا گیا اور مذکورہ قانون کی دفعہ ۲ میں درج ذیل ترمیم تجویز کی گئی:

”ایک یا ایک سے زیادہ بیویوں کی موجودگی میں جو شخص ایک اور کاچ کرنا چاہے وہ عدالت کے رو برواقرار صالح کرے گا اور یہ یقین دہانی کرائے گا کہ وہ ننان و نفقہ عدل شرعی اور عدل میں الاقوامی جس کو فقہی اصطلاح میں ”قلم“ کہا جاتا ہے، کے تقاضوں کی پابندی کرے گا اور اس کا اہل بھی ہے۔“<sup>(79)</sup>

ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور مند نئینی میں مسلم عالیٰ قوانین ۱۹۶۱ء کو دوبارہ زیر غور لایا گیا اور تعدد ازدواج کے سلسلے میں مذکورہ قانون کی دفعہ ۷ کے متعلق درج ذیل فیصلہ کیا گیا:

تعدد ازدواج کے موجودہ قانون کے تحت بیان کردہ شرعاً میں کوئی چیز قرآن و سنت کے خلاف نہیں ہے۔<sup>(80)</sup>

مذکورہ سفارش میں کو نسل نے مذکورہ قانون کی دفعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مولانا محمد خان شیر اپنی کے دور مند نئینی میں مسلم عالیٰ قوانین ۱۹۶۱ء کو دوبارہ زیر غور لایا گیا اور تعدد ازدواج کے سلسلے میں مذکورہ قانون کی دفعہ کو کو نسل کے ۱۹۹۹ء میں زیر بحث لایا گیا۔

رکن علامہ سید افتخار حسین نقوی نے رائے دی کہ سورۃ النساء کی آیت ۳ و ۴ واضح کرتی ہے کہ تعدد ازدواج پر کوئی پابندی نہیں ہے مخفی عدل شریعت کا تقاضا ہے، شادی بغیر اجازت کر لینے پر دفعہ بذریعہ میں جو سزا درج ہے وہ صریحًا قرآن و سنت کے خلاف ہے۔<sup>(81)</sup> مولانا فضل علی نے تحریری رائے دی کہ سابقہ کو نسل کی سفارش جس میں دوسری شادی کو سول نج سے مشروط کیا گیا ہے، میں اور عالیٰ قانون میں صرف الفاظ کا فرق ہے، لہذا عالیٰ قانون اور سابقہ سفارش دونوں کو مسترد کیا جائے، اور آیت کریمہ کے اطلاق کو مقید نہ کیا جائے اور تعدد ازدواج کو جرم شمار کر کے اس پر سزا مقرر نہ ہو۔<sup>(82)</sup> رکن علامہ محمد یوسف اعوان نے رائے دی کہ جب نص قطعی سے ثابت ہے تو پھر دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے یا کسی نج سے اجازت لینا یہ غیر اسلامی وغیر شرعی ہے لہذا اسے حذف کر دینا چاہیے۔<sup>(83)</sup>

مفہیم محمد ابراہیم قادری نے رائے دی کہ شرعی نصوص کی رو سے آڑ بینس کی تعداد ازدواج سے متعلق بنیادی دفعہ ۲ اور اس کی ذیلی دفعات ساری کی ساری غیر معقول اور غیر اسلامی ہیں لہذا اس دفعہ کو مسترد کر دینا

سالانہ رپورٹ ۲۰۰۲-۰۳، ص: ۸۵۔<sup>(79)</sup>

سالانہ رپورٹ ۲۰۰۸-۰۹ء، ص: ۱۲۸۔<sup>(80)</sup>

سالانہ رپورٹ ۲۰۱۳-۱۴ء، ص: ۱۷۔<sup>(81)</sup>

الیضا، ص: ۱۱۸۔<sup>(82)</sup>

سالانہ رپورٹ ۲۰۱۳-۱۴ء، ص: ۱۱۹۔<sup>(83)</sup>

چاہیے۔<sup>(84)</sup> ان آراء کی روشنی میں کو نسل نے بالاتفاق قوانین کی دفعہ ۶ تعدد ازدواج کو خلاف اسلام قرار دیتے ہوئے عذر کرنے کی سفارش کی نیز کو نسل کی سابقہ سفارش کو بھی مسترد کیا<sup>(85)</sup> اور درج ذیل فیصلہ دیا:

1. عالیٰ قوانین کی دفعہ ۶ تعدد ازدواج نہ صرف اسلامی احکام کے خلاف ہے بلکہ پہلی بھائیوں خرایپوں پر بھی ہے، قرآن مجید کی آیات کریمہ، نبی اکرمؐ کی احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وقت ایک سے زائد چار تک بیویوں کو نکاح میں رکھا جائز ہے، نکاح کے شرعی یا قانونی اعتقاد کے لیے شوہر کو ثانی کو نسل، سول جن یا پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں۔

2. نکاح ایک شرعی عمل ہے اور انہیہ کی سنت ہے ہمارے پیارے نبیؐ نے خود ایک سے زائد شادیاں کی تھیں، صحابہ کرام اور آج تک کے علماء امت میں متعدد مقدس ہستیوں نے اس سنت کو عملی طور پر اپنایا ہے لہذا وسرے نکاح کو حرج بنا کر نکاح کرنے والے کو سزا دینا ہیئت نامناسب اور اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔

3. شرعی تعلیمات کے مطابق میاں بیوی پر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا اور حسن معاشرت کے ساتھ زندگی گزارنا لازم ہے، شوہر کا شرعی و اخلاقی فرض ہے کہ وہ ان تمام حقوق کو ادا کرنے کا اہتمام کرے جو شوہر ہونے کے ناطے شریعت نے اس پر لازم قرار دیئے ہیں خواہ اس کی ایک بیوی ہو یا ایک سے زائد بیویاں ہوں، اگر شوہر ایک سے زائد بیویوں کے درمیان اختیاری امور اور حقوق میں عدل نہ کر سکتا ہو تو ایک بیوی پر اکتفا کرے۔ اگر شوہر حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا مرکتب ہوتا ہو تو بیوی / بیویوں کے حقوق کا مطالبة کرنے اور عدالت چاہدہ جوئی کا راستہ اختیار کرنے کی اجازت ہے۔ کو نسل سمجھتی ہے کہ عالیٰ قانون کی دفعہ ۶ ایک ایسے قانون پر بھی ہے جو اس وقت ختم ہو چکا ہے اور اس میں دیگر کئی قانونی خرایپاں کوئی ایک شرعی و قانونی حقوق کی پاٹی کا باعث ہن کرتی ہے، یہ دفعہ یہ وقت شوہر بیوی اور بچوں کوئی ایک شرعی و قانونی حقوق سے محروم کر سکتی ہے لہذا اس دفعہ کو عذر کر دیا جائے۔<sup>(86)</sup>

تعدد ازدواج کے حوالے سے علامہ علاء الدین صدیقی، جسٹس محمد افضل چیمہ، ڈاکٹر شیر محمد زمان، ڈاکٹر محمد خالد مسعود اور مولانا محمد خان شیرانی کے دور کو نسل میں مسلم عالیٰ قوانین کی دفعہ ۶ تعدد ازدواج میں تراجمیں کیئیں۔ علامہ علاء الدین کے دور کو نسل میں کو نسل نے پہلی بیوی کی اجازت کو حذف کرنے اور دوسری شادی کے درخواست گزار کو بیوی بچوں کے ساتھ عدل کے متحمل ہونے کا عہد نامہ جمع کروانے کی سفارش کی جگہ جسٹس محمد افضل چیمہ کے دور کو نسل میں دوسری شادی کے لیے سول جن کی اجازت سے مشروط کیا گیا نیز عدل و انصاف اور خفیہ شادی سے متعلق بچ کے اطمینان اور مذکورہ نکات پر خلاف ورزی پر دوسال کی قید کی سزا کی سفارشات کیں۔ ڈاکٹر شیر محمد زمان کے دور کو نسل میں دوسری شادی کے حوالے سے عدالت کے رو برو نان و نفقہ اور عدل شرعی کے اقرار کی سفارش کی گئی۔ ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور میں کو نسل نے بچھلی کو نسلوں سے اختلاف کرتے

(84) ایضاً، ص: ۱۱۹۔

(85) ایضاً، ص: ۱۲۲۔

(86) ایضاً، ص: ۱۷۸-۱۷۷۔

ہوئے مسلم عالمی قوانین کی دفعہ کے کو درست قرار دیا جس کے مطابق دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی کی اجازت ضروری ہے۔ مولانا محمد خان شیر اپنی کے دور میں کو نسل نے پچھلی تمام کو نسلوں سے اختلاف کرتے ہوئے دفعہ کی تمام دفعات کو خلاف شریعت قرار دیا۔ نیز قرار دیا کہ پہلی بیوی یا رسول حج سے دوسری شادی کی اجازت لینا کوئی ضروری نہیں ہے۔

رقم کی میری رائے میں جمیل محمد افضل چیخہ کے دور کو نسل کی سفارش مناسب ہے کیونکہ اس طرح کوئی بھی شخص ضرورت کے تحت دوسری شادی کر سکے گا اور پہلی بیوی اور بچوں کے حقوق کا تحفظ ہو گا۔ اسلام میں تعدد ازدواج عدل کی شرط کے ساتھ جائز ہے اور عدل تبھی ممکن ہے کہ کسی بھی شخص کی پہلی بیوی اور بچوں کے نان و نفقة اور عدل کے حقوق محفوظ ہوں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَا تَعْدِلُوا فَوَاجِدَةً<sup>(87)</sup> ترجمہ: "اگر تمہیں خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی کافی ہے۔"

اس سلسلے میں علامہ ابن الحمام رائے دیتے ہیں:

فاستفادنا أن حل الأربع مقيد بعدم خوف عدم العدل وثبت المدع عن أكثر من واحدة عن

خوفه<sup>(88)</sup>

چار شادیوں کی اجازت عدل کے ساتھ مشروط ہے اور نا انصافی کے خوف کی صورت میں ایک شادی سے زیادہ روکنا ثابت ہے۔

### نتائج و خلاصہ بحث

1. پاکستان کے رائجِ اوقت قوانین مسلم عالمی قوانین ۱۹۶۱ء اور قانون پابندی صغار ۱۹۲۹ کے مطابق نا باغ بچہ / بچی کا نکاح معنو ہے اور نکاح کے لیے لڑکے کی عمر کم از کم ۱۸ سال اور لڑکی عمر ۱۶ سال قرار دی گئی۔ اسلامی نظریاتی کو نسل نے مختلف ادوار میں رائجِ اوقت قوانین پر نظر ثانی کرتے ہوئے مختلف سفارشات مرتب کیں۔ کو نسل نے نکاح کے لیے شرعی بلوغت کو معیار ٹھہرایا البتہ رائجِ اوقت قانون کے مطابق عمر نہ ہونے کی صورت میں بلدیاتی کو نسل کے چیزیں میں کی اجازت کو مشروط قرار دیا گیا۔

(87) النساء: ۴: ۳

(88) کمال الدین عبد الواحد بن الحمام، فتح القدير شرح المداية، (کلمہ مکرمہ: المکتبۃ التجاریہ، سن اشاعت نہارہ)، ج ۳، ص 432۔

2. مسلم عالمی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۱۰ کے مطابق حق مہر کی ادائیگی کے سلسلہ میں اگر نکاح نامہ یا معاہدہ شادی میں کوئی تفصیل موجود نہ ہو تو حق مہر کی کل رقم کے بارے میں تصور ہو گا کہ وہ عند المطالبه قابل ادا ہے۔ اسلامی نظریاتی کو نسل نے مذکورہ دفعہ کو شریعت کے مطابق قرار دیا۔ اس نے اس سلسلہ میں فقہ حنفی میں موجود دلائل کو سامنے رکھا جس میں ایک کے مطابق تجھیل و تاجیل سے متعلق خاموشی کی صورت میں حکم محبل ہو گا۔ جبکہ دوسرے دلائل کے مطابق مذکورہ صورت میں عرف کا اعتبار ہو گا۔ لہذا کو نسل کے مطابق مہر میں تجھیل و تاجیل سے متعلق خاموشی کی صورت کا حکم عند الطلب ادائیگی کا ہو گا۔
3. فیصلی کورٹس ۱۹۹۲ء کی دفعہ ۱۰ کے تحت اگر زوجین میں مصالحت ناکام ہو جائے تو عالمی عدالت تنفسخ نکاح کے دعویٰ میں فی الفور تنفسخ نکاح کی ڈگری جاری کرے گی اور بیوی کی طرف سے نکاح کے موقع پر نکاح کے بدل میں وصول کی گیا حق مہر بھی خاوند کو واپس دلائے گی۔ اس پر لاءِ کمیٹی نے یہ فیصلہ دیا کہ مہر عورت کا حق ہے اسے کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔ تاہم عدالت اگر چاہیے تو تحائف اور فوائد کے سلسلہ میں مصالحت کر سکتی ہے۔ اسلامی نظریاتی کو نسل نے بحث کے بعد لاءِ کمیٹی کے فیصلہ سے اتفاق کیا۔
4. مسلم عالمی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے حوالہ سے یہ تجویز پیش کی گئی کہ ملک میں بیانات کمیٹس اور ایئے آئی وی ایڈریس جسی مہلک بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لیے نکاح نامہ میں ایک شق یہ شامل کی جائے کہ لڑکا اور لڑکی کی شادی سے پہلے اپنے خون کا ٹیسٹ کرائیں اور اس شق پر پابندی فریقین کے لیے لازم ہو۔ کو نسل کے اجلاس میں مہلک بیماریوں سے متعلق معلوماتی کالم کے اضافہ کی سفارش کی گئی۔ تاہم ان معلومات کو اختیاری قرار دیا گیا۔ اور بیماری کی صورت میں نکاح کو قانوناً منع قرار نہیں دیا گیا۔
5. کو نسل کے تمام ادوار میں نکاح کی رجسٹریشن کے حوالے سے مسلم عالمی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۵ کو شریعت کے مطابق قرار دیا گیا۔
6. ڈاکٹر تمزیل الرحمن اور ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور میں کو نسل نے جیز کو رواج قرار دے کر جیز و تحائف دلہن ایکٹ ۱۹۷۶ء کو ختم کرنے کی سفارش کی جبکہ ڈاکٹر ایم ایم زمان کے دور میں جیز و تحائف دلہن ایکٹ ۱۹۷۶ء میں ضروری تر ایم پیش کی گئیں۔
7. تعدد ازدواج کے حوالے سے ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے دور میں کو نسل نے تعدد ازدواج سے متعلق مسلم عالمی قوانین کی دفعہ ۶ کو درست قرار دیا جبکہ مولانا محمد خان شیرانی کے دور میں کو نسل نے مذکورہ دفعہ کو خلاف اسلام قرار دیا۔

